© rasailojaraid.com

انعام اللہ شہیدؒ

(ابن جسٹس ملک غلام علی)

جناب حافظ محمد ادریس صاحب

افغانستان کی سرزمین پر چودہ لاکھ کلمہ گو مرد، عورتیں، بچے اور بوڑھے ظلم و بربریت کے خلاف جہاد کرتے ہوئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر چکے ہیں۔ ان شہداء کی اس عظیم الشان اور عدیم المثال قربانی کی بدولت اللہ رب العزت نے نہتے افغانوں کو دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ سنگدل فوجی قوت کے مقابلے میں تاریخی فتح عطا فرمائی ہے۔ اس عظیم جہاد میں عظیم افغانی قوم کے شانہ بشانہ دنیا بھر سے شمع رسالت کے پروانے داد شجاعت دیتے رہے ہیں۔ ان غیر افغان مجاہدین کی شرکت جہاد جہاں ان کے اپنے لیئے عظیم سعادت ہے وہاں اہل دنیا کے لیئے بھی سامان عبرت ہے کہ یہ جنگ کسی نسلی یا علاقائی تعصب کی بنیاد پر نہیں لڑی گئی بلکہ اسے معرکہ حق و باطل سمجھ کر فرزندانِ توحید نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں۔

لاکھوں افغان شہداء کے سعادت مند قافلوں کے ساتھ پاکستانی، سعودی، ترک، مصری، الجزائری، فلپائنی، کویتی، مراکشی اور دیگر ممالک کے شہداء بھی شامل ہو چکے ہیں۔ جنگ اب تک جاری ہے اور قربانیاں دینے والے سروں سے کفن باندھے جوق در جوق مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں۔ بہت سے پاکستانی جوان جذبۂ شہادت سے سرشار میدان جہاد میں اترے اور جام شہادت پی کر سرخرو ہو گئے۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں "مومنین میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچ کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور وقت آنے کا منتظر ہے۔" (الاحزاب ۔۲۳)

۲۴ اگست ۱۹۸۹ کو صبح دس بجے کے قریب جماعت اسلامی کے مرکز منصورہ میں پشاور سے ہمارے عزیز بھائی شبیر احمد صاحب نے محترم چوہدری محمد اسلم سلیمی صاحب (قیم جماعت اسلامی پاکستان) کو فون پر اطلاع دی کہ منصورہ کا بطل جلیل، مجاہد عظیم انعام اللہ ملک پروان کے محاذ پر ۷ اگست کو شہید ہو گیا تھا اور شہید کی تحریری وصیت کے مطابق اسے جائے شہادت پر شہدا کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ انعام اللہ شہید ملک غلام علی صاحب سابق جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان کا نور نظر تھا۔ نہایت سنجیدہ، ہونہار، بہادر اور صالح۔ یہ نوجوان منصورہ کا مثالی کردار تھا۔ جہاد پر گیا تو پھر وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ کبھی کبھار واپس آتا تو یہاں بھی اس کا موضوع جہاد ہی ہوتا۔ جہاد اس کا اوڑھنا بچھونا تھا اور شہادت اس کی آرزو۔ اس آرزو کا وہ اتنی بار اظہار کر چکا تھا۔ زبانی بھی اور تحریری بھی۔ کہ اسے دیکھ کر بے ساختہ قرون اولیٰ کے مجاہدین صف شکن کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ اب وہ اپنی منزل کو پا چکا ہے۔

ملک صاحب کو جب ان کے جوان ہمت و جوان سال بیٹے کی شہادت کی اطلاع دی گئی تو ملک صاحب نے "صبر جمیل" کا یادگار نمونہ پیش کیا۔ اس عظیم انسان کی عظمت ہمیشہ میرے دل میں موجزن رہی تھی مگر آج میں نے محسوس کیا کہ یہ اس مقام سے کہیں عظیم تر انسان ہے جو مقام میں نے اس کے بارے میں اپنے دل میں متعین کر رکھا تھا اور جسے میں بلند و بالا مقام سمجھتا تھا۔

ملک صاحب کے وہ الفاظ جو صدمۂ اولیٰ کے وقت آپ کی زبان پر آ گئے تھے مجھے کبھی نہیں بھول سکتے۔ فرمایا "میرے بیٹے کی تمنا تھی کہ اسے شہادت کا رتبہ مل جائے سو اس نے یہ رتبہ پا لیا۔ اللہ اس قربانی کو قبول فرمائے۔۔۔ جہاں جہاد افغانستان میں لاکھوں مسلمان شہید ہوئے ہیں وہاں اللہ نے ہمیں بھی یہ سعادت عطا فرمائی کہ ہمارا بھی اس قربانی میں حصہ قبول فرما لیا۔"

انعام اللہ شہید تیئیس سال کا نوجوان تھا۔ چہرے پر لمبی سیاہ خوبصورت داڑھی دیکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر یوں ہی لگتا تھا جیسے کوئی افغان مجاہد ہو۔ انعام اللہ شہید سے میری زیادہ ملاقاتیں نہیں ہوئیں۔ گذشتہ سال ماہ رمضان میں ملک غلام علی صاحب شدید بیمار ہوئے تو منصورہ ہسپتال میں داخل کروا دیئے گئے۔ یہیں انعام اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں ۔ وہ جہاد سے واپس آیا ہوا تھا اور اپنے والد گرامی کی خدمت میں دن رات حاضر رہتا تھا۔ کتنا عظیم مسلمان تھا اور کتنا سعادت مند بیٹا۔

کچھ عرصہ قبل میں نے ملک صاحب کی خدمت میں "معجزات سرور عالم" پیش کی تھی۔ انعام جہاد پر جاتے سے قبل وہ کتاب اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اسلامی موضوعات پر کتابیں پڑھنے کا بھی اسے اسی طرح شوق تھا جس طرح جہاد میں حصہ لینے کی لگن تھی۔ انعام اللہ کا ذوقِ مطالعہ قابلِ رشک تھا۔ بعد میں اس کے ساتھیوں اور شاگردوں سے معلوم ہوا کہ وہ بہت اچھے انداز میں درسِ قرآن بھی دیا کرتا تھا۔ قرآن وحدیث کے علاوہ اسلامی تاریخ اور غزوات اس کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ ملک صاحب ہسپتال سے فارغ ہو کر گھر آئے تو انعام اللہ جہاد پر جانے کے لیے بے قرار ہو گیا۔ انہی دنوں میں نے ایک شام انعام اللہ کو جامع منصورہ میں دیکھا۔ مغرب کی جماعت ہو چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ انعام اللہ نماز کی نیت باندھے یوں کھڑا تھا جیسے حدیث نبوی کے مطابق صلوٰۃ مودّع ادا کر رہا ہو۔ اس کے چند ہی دنوں بعد انعام اللہ افغانستان جا چکا تھا۔ اس مرتبہ بھی اس نے اپنے مختلف خطوط میں اپنے والدین اور عزیزوں کے نام یہ پیغام بھیجا تھا کہ شہادت کی تمنا مچل رہی ہے۔ اس مرتبہ وہ شہادت سے ہمکنار ہو کر اپنی تمنا پوری کر گیا۔

؎ "شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن"

افغانستان کی جنگ صحیح معنوں میں جہاد اسلامی ہے۔ جنگ لڑنے والے کسی عصبیت کی بنا پر نہیں بلکہ غلبہ حق کے لیے اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں۔ یہ فوج گلبدین حکمت یار، یا یونس خالص یا پروفیسر برہان الدین ربانی یا پروفیسر سیاف یا کسی دوسرے افغان لیڈر کی فوج نہیں بلکہ یہ فوج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج ہے جو تاریخ میں بار بار نمودار ہوتی رہی ہے۔ شاعر اسلام علامہ محمد اقبالؒ کے الفاظ میں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا

انعام اللہ خوش قسمت تھا کہ میرِ حجاز کی فوج میں شامل ہوا اور شہدائے بدر و احد کے قدموں میں جا پہنچا۔

انعام شہید کے بارے میں بارہا یہ کہا گیا کہ وہ بلاخوف و تردد خطرات میں کود پڑتے تھے مجھے اس ضمن میں جنگ مؤتہ کے واقعات یاد آرہے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو مدینہ سے رخصت کیا تو فرمایا "فوجوں کے کمانڈر زید بن حارثہ ہوں گے۔ اگر انہیں کچھ ہو جائے تو کمان جعفرؓ بن ابی طالب سنبھالیں گے۔ اگر انہیں بھی کچھ ہو جائے تو عبداللہؓ بن رواحہ فوجوں کے قائد ہوں گے اور اگر انہیں بھی کچھ ہو جائے تو پھر مجاہدین جسے چاہیں اپنا کمانڈر بنالیں۔ صحابہ کرامؓ ارشاد نبوی سننے کے بعد اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ یہ تینوں کمانڈر درجہ شہادت پا جائیں گے۔ جب لوگوں نے انہیں رخصت کیا تو اسی احساس اور تصور کے ساتھ ان سے گلے ملے کہ گویا وہ شہداء سے معانقہ کر رہے ہیں۔

جب مؤتہ کے میدان میں جانثارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کے تین ہزار (۳۰۰۰) مجاہدین کے مقابلے پر شامی اور رومی فوجوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ زیدؓ بن حارث نے شام کے وقت اپنے خیمے میں صاحب الرائے صحابہؓ کو جمع کیا اور دونوں فوجوں کے اس تفاوت کے تناظر میں ان لوگوں سے مشورہ طلب کیا کہ اب کیا کیا جائے؟ عبداللہؓ بن رواحہ نے کھڑے ہو کر پرجوش انداز میں کہا "دوستو ہم دو ہی باتوں کے طلب گار ہیں۔ فتح یا شہادت۔ فکر کس بات کی ہے؟ انشاء اللہ دونوں میں سے ایک چیز ضرور ملے گی"۔ ان کی اس جرأت مندانہ رائے نے سب کو مطمئن کر دیا۔ انعام شہید بھی خطرات میں کودتے وقت یہی بنیادی تصور ذہن میں رکھتا تھا کہ یا دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا اور یا شہادت کی آرزو پوری ہوگی۔

شہادت کتنی بڑی نعمت ہے؟ اس کا اندازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک سے لگایا جا سکتا ہے۔ "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میری تمنا ہے اللہ کی راہ میں جہاد کروں، شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، جہاد کروں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں"۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطأ امام مالک عن ابی ہریرہؓ)

انعام شہید نے شہادت پاکر اپنے والدین کو خصوصاً اور ہم سب کو عموماً ایک اعزاز اور شرف عطا کیا ہے۔ اس عظیم جہاد میں ہمارا بھی حصہ شامل ہو گیا ہے۔ انعام سرخرو ہو گیا ہے اور اس کے والدین قابل صد مبارک باد ہیں۔ شہادت تو بندۂ مومن کی آرزو ہوتی ہے اور یہ بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔

جنگ قادسیہ میں سیدہ خنساءؓ بنت عمرو نے اپنے چار بیٹوں کی قربانی پیش کی اور جب بیٹوں کی شہادت کی خبر ملی تو کہا "اللہ میری قربانی قبول فرما لے اور مجھے جنت میں میرے بیٹوں سے ملا دے۔" انعام شہید کے والدین نے بھی خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صبر جمیل کا مظاہرہ کیا۔ سچ ہے سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں جان فروشی و جان نثاری کی یہ عظیم مثالیں پیش کرتے رہتے ہیں۔

ملک غلام علی صاحب اٹھارہ بیس سال کی عمر میں اس صدی کے عظیم انسان سید مودودیؒ سے متعارف ہوئے اور اسلامی انقلاب کی جدوجہد میں پوری زندگی کھپا دی۔ میں ملک صاحب کو بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ زمانہ طالب علمی میں ان کے پاس اچھرہ میں حاضر ہوتا تھا۔ اس وقت ذرا دور سے انہیں دیکھا تھا۔ بعد میں ان کے قریب آنے اور تفصیلی تعارف حاصل کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ان کے بارے میں ایک تصور قائم کر رکھا تھا جو خاصا بلند تھا مگر انعام کی شہادت پر مجھے یہ اعتراف کرنا پڑا کہ میرے قائم کیے ہوئے بلند و بالا تصور سے بھی ملک صاحب بلند تر نکلے۔ یہ خدا تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو وہ اپنے مخصوص بندوں کے شامل حال کیا کرتا ہے۔

دو سال قبل میرے ایک دوست کینیا سے تشریف لائے۔ میں نے اس موقع پر بعض دوستوں اور بزرگوں کو کھانے پر دعوت دی۔ ملک صاحب بھی کمال شفقت سے غریب خانے پر تشریف لائے۔ جب احباب جا چکے تو میرے دوست نے کہا "یہ بزرگ جو شرعی عدالت کے جج رہ چکے ہیں۔ اللہ والے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ کی یاد دل میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تازہ ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔" انعام کی شہادت پہ مجھے اپنے اس دوست کے یہ الفاظ بار بار یاد آئے ۔

جہاد افغانستان میں پاکستان کے ہزاروں فرزندانِ توحید نے حصہ لیا اور سینکڑوں نے جامِ شہادت نوش کیا ۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد اسلامی جمعیت طلبہ اور جمعیت طلبہ عربیہ سے تعلق رکھتی تھی ۔ میری درخواست ہے کہ دونوں جمعیتوں کے ذمہ داران اپنے شہداء کی تفصیلات اور ان کے حالات جمع کر کے شائع کریں ۔ یہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے ۔ پاکستان میں جہاد دشمن عناصر تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں ۔ ہمارے اوپر تاریخ کا یہ قرض ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو اصل حقائق بتائیں ۔ افغانستان پر روس کے جارحانہ اور بہیمانہ حملے کے وقت جہاں روس اور ہندوستان کے گماشتوں نے اس جنگ سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور پھر مجاہدین کی کامیابیوں کے بعد روس کی حمایت میں سرگرم عمل ہو گئے وہاں اسلام کے شیدائیوں اور محمد عربی کے پریشان حال دیوانوں نے اس جنگ کو اپنی جنگ قرار دیا ۔ جتنے افغان مجاہدین کی حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور ضرورت پڑی تو جان کے نذرانے بھی پیش کیے ۔ یہ جنگ پوری ملت اسلامیہ کی جنگ تھی اور اس میں پوری امت نے حصہ لیا تھا ۔ یہ حقیقت دستاویزی ثبوت کے ساتھ اپنے پاکستانی شہداء کے حوالے سے ہمیں تاریخ کے سپرد کر دینی چاہیئے ۔

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو ، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں ، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں ، جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اس پر خوش و خرم ہیں ، اور مطمئن ہیں کہ جو اہلِ ایمان ان کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں ۔ اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے ۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شادان و فرحان ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۔" (آل عمران ۱۶۹ ـ ۱۷۱)

(انعام اللہ شہید کی یاد میں ۳ ستمبر ۱۹۸۹ کو جمعیت طلبہ عربیہ کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب میں کی گئی تقریر کے اقتباسات)

© rasailojaraid.com